قرآن میں ناسخ و منسوخ کا مسئلہ

خلیل الرحمٰن

ماہنامہ "فکر و نظر" بابت ماہ نومبر۔ دسمبر ۱۹۷۰ء میں "اسلام کا نظام حکومت و طریق انتخاب اولی الامر" کے عنوان سے جناب حافظ محمد لطیف کا ایک مقالہ شائع ہوا ہے جس میں حافظ صاحب ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ امر بھی تسلیم شدہ ہے کہ قرآن اور حدیث دونوں میں عمل نسخ تسلیم کیا جاتا ہے اور یہ عمل ایک نص سے دوسری نص میں ترمیم و اضافہ شمار ہوتا ہے۔"

اپنے اس نقطہ نظر کی تائید میں انہوں نے قرآن کریم کی درج ذیل آیت پیش کی ہے: "ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا الم تعلم ان اللہ علی کل شیئ قدیر"۔

اور اس میں آیت سے قرآن کریم کی آیت مراد لیا ہے۔ ان کے نزدیک اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ "ہم (قرآن کی) جو آیت منسوخ کرتے ہیں یا اسے فراموش کر دیتے ہیں اس کی جگہ اس سے بہتر یا اسی کی طرح کی آیت لاتے ہیں۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔"

مجھے صاحب مقالہ کے "قرآن کریم میں ناسخ و منسوخ" کے نقطہ نظر سے اختلاف ہے اور اس کے متعلق میں قرآن کریم ہی کی روشنی میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

۱۔ آیت مذکورہ میں جو لفظ "آیۃ" آیا ہے، سارے قرآن کریم کو پڑھنے کے بعد بھی کہیں سے یہ مستنبط نہیں ہوتا کہ اس سے مراد قرآن کریم کی کسی آیت کی تنسیخ ہے۔ قرآن کی کسی آیت کا مفہوم متعین کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے سیاق و سباق کو پیش نظر رکھا جائے۔ اس سے پہلے کی آیت کریمہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ:۔

"اہل کتاب میں سے جو کافر ہیں پسند نہیں کرتے اور نہ ہی مشرک کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر کوئی بھلائی (وحی) اتاری جائے اور اللہ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے"۔

اہل کتاب میں یہود یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ توریت ہی آخری کتاب اور شریعت ہے اس لئے اس کے بعد کوئی اور کتاب نازل ہونے والی نہیں۔ اور نصاریٰ کا یہ دعویٰ تھا کہ انجیل ہی آخری کتاب ہے اس کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی کتاب اور شریعت نازل ہوگی۔ اس لئے جب آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے اور آپ پر بذریعہ وحی قرآن کریم کا نزول شروع ہوا تو اہل کتاب نے اس کا انکار کیا۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر کوئی اور کتاب نازل ہوگی تو ضرور ہے کہ اس سے قبل کی نازل شدہ کتابوں کی تعلیم کو منسوخ یا ترمیم شدہ قرار دیا جائے گا۔ یہ بات انہیں پسند نہ تھی۔ اسی لئے انہوں نے یہ کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی وحی نہیں بلکہ (نعوذ باللہ) یہ شخص اپنی طرف سے گھڑ گھڑ کر آیات پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ان کے اس باطل خیال کی تردید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم جو احکام یا پیغام منسوخ کرتے یا انہیں فراموش کر دیتے ہیں ان سے بہتر یا ان کے مثل لانے پر قادر ہیں۔ یعنی قرآنی تعلیمات بحیثیت مجموعی توریت اور انجیل کی تعلیمات سے بہتر ہیں اور کچھ ان کے مثل ہیں۔ چونکہ سابقہ تعلیمات "مختص القوم" اور "مختص الزمان" تھیں جبکہ قرآنی تعلیمات رہتی دنیا تک ساری نسل انسانی کے لئے ہیں، اس لئے ضروری تھا کہ ان میں ترمیم و تنسیخ ہوتی۔ اس لئے یہ ارشاد قرآن کی کسی آیت کی تنسیخ کے متعلق نہیں ہے بلکہ سابقہ کتب مقدسہ کی تنسیخ کے متعلق ہے۔

۲۔ قرآن کریم کی دوسری آیت جو ناسخ و منسوخ فی القرآن کے نظریے کو غلط ٹھہراتی ہے سورۂ النحل کی آیت مندرجہ ذیل ہے :۔

"واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ واللہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر بل اکثرھم لا یعلمون"۔ (النحل۔۱۰۱)

اگر قرآن کریم کی کسی آیت کی جگہ بدل کر دوسری آیت نازل کی جاتی اور بعد میں نازل ہونے والی آیت پہلی آیت کو منسوخ کر دیتی تو مخالفین کو اس پر اعتراض کی کیا ضرورت تھی جیسا کہ لفظ "قالوا" سے ان کا اعتراض ظاہر ہوتا ہے۔ وہ نہ تو پہلی آیت کو ماننے والے تھے نہ دوسری کو۔ اسی طرح کافروں کو یہ کہنے کی بھی حاجت نہیں تھی کہ "انت مفتر"۔ "تو افترا کرنے والا ہے"۔ قرآن کریم میں جو احکامات بذریعہ وحی نازل ہو رہے تھے وہ مسلمانوں کے لئے تھے نہ کہ انکار کرنے والوں کے لئے۔ دراصل بات یہ ہے کہ قرآن مجید کے نزول کے ساتھ سابقہ شرائع یا تو منسوخ ہو گئیں یا ان میں ترمیم ہو گئی۔ اس لئے کافروں کو اعتراض ہوا اور انہوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ "انما انت مفتر" یہ تیری اپنی گھڑی ہوئی باتیں ہیں اور خدا کی طرف سے تجھ پر نازل نہیں ہوئیں اور ہماری شرائع باقاعدہ موجود اور بدستور قابل عمل ہیں۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی کوئی

آیت منسوخ نہیں اور آیات کو آپس میں تطبیق نہ دے سکنے کی وجہ سے یہ غلط نظریہ راہ پاگیا ہے۔

۳۔ تمام مسلمانوں کا یہ ایمان ہے کہ اس وقت ان کے ہاتھوں میں جو قرآن ہے یہ وہی قرآن ہے جو آنحضرت صلعم پر آپ کی ۲۳ سالہ مکی اور مدنی زندگی کے دوران نازل ہوا۔ اب اگر اسی قرآن میں وہ آیات بھی موجود ہیں جو منسوخ ہو چکی ہیں اور جن کی تعداد میں بھی شدید اختلاف ہے اور وہ بھی ہیں جو ان کی ناسخ ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک حکم نازل کیا کہ اس پر عمل کرو اور پھر اس کو منسوخ کر کے دوسرا حکم نازل کیا کہ اب اس پر عمل کرو، اور یہ دونوں قسم کے احکام اب بھی قرآن میں موجود ہیں۔ یعنی العیاذ باللہ قرآن میں اختلاف، تضاد اور تناقض پایا جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :-

افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً ہ

ترجمہ۔ "کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے اور اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں کثرت سے اختلاف پاتے"۔ قرآن میں تدبر نہ کرنے کی وجہ سے ہی یہ کہا جاتا ہے کہ اس میں ناسخ اور منسوخ آیات پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ عدم تدبر کی بنا پر ہی آیات میں تطبیق نہیں دی جا سکی ورنہ یہ مسئلہ پیدا نہ ہوتا۔ قرآن کریم میں ناسخ اور منسوخ کو مان لیا جائے تو پھر اسے "من عند غیر اللہ" ماننا ہوگا اور معترضین کا یہ اعتراض تسلیم کرنا پڑے گا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلعم آیات اپنی طرف سے بنا کر پیش کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔ اور مخالفین اسلام کا یہ کہنا بھی درست ماننا پڑے گا کہ :-

"اور ہم جانتے ہیں کہ وہ (کافر) کہتے ہیں کہ اسے تو ایک انسان سکھاتا ہے۔ (لیکن) اس کی زبان جس کی طرف یہ (سکھانے کی) نسبت کرتے ہیں، عجمی ہے اور یہ کھلی عربی زبان ہے"۔ (النحل ۱۰۳) خدا تو حکیم، علیم اور خبیر ہے۔ اس کے کلام میں تناقض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۴۔ اگر قرآن کریم میں ناسخ و منسوخ کو مان لیا جائے تو نہ قرآن کریم مکمل اور پر حکمت کلام باقی رہتا ہے اور نہ دین اسلام جو اس پر مبنی ہے۔ لیکن اس کے برعکس قرآن کریم فرماتا ہے :-

"وتمت کلمت ربک صدقا وعدلاً لا مبدل لکلمتہ وھو السمیع العلیم"۔

ترجمہ: اور تیرے رب کی بات سچائی اور انصاف کے ساتھ کمال کو پہنچ گئی۔ کوئی اس کی باتوں کو بدلنے والا نہیں

ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو دوسرا کوئی نہیں بدل سکتا انہیں خود اللہ تعالےٰ ہی بدل سکتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی کچھ باتیں بدلیں یعنی قرآن کی آیات منسوخ کیں اور ان کی جگہ دوسری آیات نازل فرمائیں قرآن کا علم آنحضرت صلعم کو لازماً ہونا چاہیئے تھا اور آپ اپنی امت تک یہ باتیں پہنچاتے لیکن ہمارے پاس ایسی کوئی شہادت نہیں کہ آپ نے اپنے قول یا فعل سے یہ بتایا ہو کہ فلاں آیت منسوخ ہو گئی ہے اور اس کی جگہ مجھ پر فلاں آیت اتری ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ منسوخ شدہ آیات کو قرآن کریم میں درج کرنے یا حفاظت کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ اس سے امت میں اختلاف پیدا ہوتا۔ مختلف گروہ اپنے مختلف عمل کے لئے قرآن سے سند لاتے اور "امۃ واحدۃ" کا تصور جو قرآن نے پیش کیا ہے ختم ہو جاتا۔ یہ مسئلہ بعد میں آنے والے ان لوگوں کا ہے جو قرآن کی آیات کو ایک دوسرے کے ساتھ تطبیق دینے میں ناکام رہے۔ ناسخ و منسوخ آیات کی تعداد میں ان کے درمیان اختلاف سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ اور ہمارے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہم قرآن کے مقابلے میں ان کے استنباط کو ترجیح دیں بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ ہمارے پاس آنحضرت صلعم کی جن پر قرآن نازل ہوا کوئی سند نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ آیات کی تنسیخ سے مراد گذشتہ شرائع یعنی توریت اور انجیل کی تعلیمات میں تنسیخ اور ردو بدل ہے نہ کہ قرآن کی آیات میں۔

اگر اس مسئلہ پر کوئی صاحب روشنی ڈالیں اور میری غلط فہمی کو دور کریں تو میں ممنون ہوں گا۔ لیکن جو کچھ کہا جائے اس کے لئے دلائل پیش کئے جائیں۔ اور یہ بھی بتایا جائے کہ فلاں فلاں آیات منسوخ ہیں اور ان کی جگہ یہ یہ آیات نازل ہوئی ہیں اور اس کا مقصد یہ تھا۔